دل کی بات

جنرل پرویز کا جنرل اسمبلی سے خطاب

۲۴ ستمبر ۲۰۰۳ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۸۵ ویں اجلاس سے جنرل پرویز مشرف کے خطاب کو خاصی پذیرائی ملی ہے۔ عالمی تجزیہ نگاروں نے تحسین وتنقید کے ملے جلے تأثرات کے ساتھ اس خطاب پر تبصرے کئے ہیں۔ مجموعی طور پر جو تأثر ابھرا ہے اس کے مطابق جنرل پرویز نے سلگتے ہوئے عالمی مسائل پر گفتگو کر کے دنیا کو ان کے حل کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

''کشمیر اور فلسطین کی تحریک مزاحمت دہشت گردی نہیں۔ یہ آزادی کی مقامی تحریکیں ہیں۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کشمیر اور فلسطین کی تحریکِ مزاحمت دہشت گردی نہیں تو افغانستان اور عراق کی تحریک مزاحمت کیسے دہشت گردی ہے؟ جنرل پرویز نے افغانستان کی پرامن اسلامی حکومت کے خاتمے کے لیے امریکہ کی حمایت کر کے جو بھیانک اور مجرمانہ کردار ادا کیا ہے، وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ اسی طرح عراق میں امریکی مداخلت ومظالم پر اُن کا کردار بھی منافقانہ اور مجرمانہ ہے۔ ہر چند کہ وہ اقتدار کے سنگھاسن پر اپنے غاصبانہ قبضہ کے روزِ اوّل سے ہی امریکی سامراج کی بے جا حمایت کر رہے ہیں اور امریکہ کی خوشنودی وقرب حاصل کرنے کی سعیٔ لاحاصل کر رہے ہیں مگر تا ایں دم امریکہ نے جنرل صاحب کی خدمات پر انہیں کوئی اچھا صلہ نہیں دیا۔

پاکستان سے امریکی مطالبات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی۔ اور جنرل صاحب ہیں کہ مانتے چلے جا رہے ہیں۔ جنرل اسمبلی کے خطاب میں انہوں نے اچھی باتیں بھی کیں مگر بعض باتیں انہوں نے ایسی کہیں جن سے اُن کے ذہنی انتشار اور عدم توازن کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کشمیر میں سرحد پار دراندازی روکنے کے لیے پاک بھارت مشترکہ کوششوں میں تعاون کی پیشکش کر کے بھارتی الزام کی تائید وحمایت کی ہے۔ ساتھ ہی سی این این کو دیئے گئے اپنے انٹرویو میں مسٹر بش کی تقریر کی حمایت کی ہے، جس میں بش نے عراق میں امریکی مداخلت کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ عراق میں قیام امن کے لیے دنیا سے تعاون بھی مانگا ہے۔

جنرل پرویز نے امریکہ جانے سے پہلے بیان دیا کہ: ''پاکستان میں اسلامی نظام خلافت کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ اُس دور کے تقاضوں کے مطابق تھا۔''

اور امریکہ پہنچ کر فرمایا کہ: ''اسلام سیکولر اور مستقبل کا مذہب ہے۔''

اُن کے یہ بیانات نظامِ اسلام کی توہین اور اسلام سے اُن کی ناواقفیت اور جہالت کی کھلی دلیل ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ صدر پرویز مشرف اپنے ملک کی اسمبلی سے تو ابھی تک خطاب نہیں کر سکے مگر جنرل اسمبلی میں خطاب کر کے وہ ایک طرف امریکہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ دورۂ امریکہ کے دوران اُن کے مختلف بیانات اُن کی ذہنی پسماندگی، اعصابی شکست اور فکری انتشار کے آئینہ دار ہیں۔ اور وہ اپنی اس حالت میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''پاکستان

عالم اسلام کی قیادت کرے گا۔‘‘

جنرل پرویز نے اپنے اقتدار کے روزِ اوّل سے جو اقدامات کئے ہیں اور جو پالیسیاں اختیار کی ہیں وہ بُری طرح ناکام ہو چکی ہیں۔ جس ملک کا اپنا اندرونی نظام ہی درست نہ ہو بلکہ ملک میں کوئی نظام ہی نہ ہو، وہ عالم اسلام کی قیادت کا بار کیسے اٹھا سکتا ہے۔ ان پالیسیوں کی وجہ سے ہم اپنے ہمسایہ دوستوں کو بھی اپنا دشمن بنا چکے ہیں۔ ملک کے اندر سیاسی انتشار ہے۔ خاندانی نظام تباہ کر دیا گیا ہے۔ عدلیہ منقار زیرِ پر ہے۔ سیاسی و دینی جماعتیں زیرِ عتاب، پارلیمنٹ بے اختیار اور نئی قانون سازی مفقود ہے۔ اصل آئین ایل ایف او کی زد میں ہے۔ حدود آرڈی نینس، امتناع قادیانیت آرڈی نینس اور دیگر تمام قوانین غیر مؤثر ہیں۔ فحاشی و عریانی اور جرائم کو فروغ ملا ہے۔ مجموعی طور پر ملک میں غیر یقینی کی کیفیت ہے۔ ریاست کا ہر شہری عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہے اور موجودہ حکومت اس صورت حال کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہوئے مزید جاری اور برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ جنرل پرویز ملک و قوم کے حال پر رحم کریں۔ اُن کی پالیسیوں سے اُمتِ مسلمہ اور خصوصاً پاکستان کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ انہیں اعترافِ جرم کرتے ہوئے مستعفی ہو جانا چاہیے۔

نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم

مجلس احرار اسلام کے اُفق سے طلوع ہونے والا آفتابِ سیاست غروب ہو گیا

پاکستان کے نامور اور بزرگ سیاست دان، نوابزادہ نصر اللہ خان ۲۶ اور ۲۷ ستمبر کی درمیانی شب انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، جنرل سیکرٹری پروفیسر خالد شبیر احمد، سیکرٹری نشر و اشاعت عبداللطیف خالد چیمہ اور ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے اُن کی وفات پر اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ مرحوم نے اپنی سیاست کا آغاز، قیامِ پاکستان سے قبل، مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے کیا۔ ۱۹۴۷ء میں وہ مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری تھے۔ اور اسی حیثیت میں انہوں نے احرار کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے کرپس مشن سے ملاقات کی اور تقسیم ہند پر احرار کا فارمولا پیش کیا۔ انہوں نے بھرپور سیاسی زندگی گزاری۔ انہوں نے مولانا ابوالکلام آزادؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور علامہ اقبالؒ کی صحبتوں سے فیض پایا۔ وہ مجلس احرار کے ترجمان روزنامہ ’’آزاد‘‘ لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے۔ وہ نادرِ روزگار شخصیت تھے۔ انہوں نے بیک وقت صحافت، ادب اور سیاست میں حصہ لیا۔ وہ فارسی، اردو کے منفرد شاعر بھی تھے۔ اُن کا لب و لہجہ انتہائی متین اور شریفانہ تھا۔ بڑے سے بڑے سیاسی مخالف کو بھی سطحی انداز میں کبھی مخاطب نہیں کیا۔ ہمیشہ باوقار انداز میں سیاست کی اور اصولوں پر ڈٹے رہے۔ اُن کی سیاسی پالیسیوں سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر اُن کے سیاسی و سماجی رویے، اُن کے اعلیٰ اخلاق کے آئینہ دار تھے۔ اُن کے انتقال سے برصغیر کی سیاسی تاریخ کا ایک تابناک عہد ختم ہو گیا۔

’’اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر‘‘

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)